بسم الله الرحمن الرحيم

حكم ذبح الأضحية عن الميت

میت کی طرف سے قربانی کرنے کے مسئلے میں اختلاف ہے۔

اسلام ویب مرکز فتاوی:

فالأضحية سنة مؤكدة في حق الحي القادر، وتجزئ عنه وعن أهل بيته، وقيل: واجبة، وأما الميت فلا تجب عنه عند أحد من أهل العلم ما لم يوص بها أو ينذرها قبل وفاته، واختلفوا في صحتها لو ذبحت عنه بغير وصية هل تصح أم لا؟ على ثلاثة أقوال:

الأول: تصح وهو مذهب الجمهور ويصله ثوابها، ويؤيده ما رواه أبو داود والترمذي في سننهما وأحمد في المسند والبيهقي والحاكم وصححه، أن عليا رضي الله عنه كان يضحي عن النبي صلى الله عليه وسلم بكبشين، وقال: إنه صلى الله عليه وسلم أمره بذلك. [سنده ضعيف]

الثاني: لا تصح إلا إذا أوصى بها الميت وهو مذهب الشافعية، قال الإمام النووي رحمه الله في المنهاج: ولا تضحية عن الغير بغير إذنه، ولا عن ميت إن لم يوص بها. انتهى.

الثالث: تكره وهو مذهب المالكية، قال الإمام خليل رحمه الله في مختصره في ذكر المكروهات في الأضحية: وكره جز صوفها... وفعلها عن ميت. انتهى.

وقال في التوضيح: وقال مالك في الموازية: ولا يعجبني أن يضحي عن أبويه الميتين، قال: وإنما كره أن يضحى عن الميت لأنه لم يرد عن النبي صلى الله عليه وسلم ولا عن أحد من السلف، وأيضا فإن المقصود بذلك غالبا المباهاة والمفاخرة. انتهى

ويصح أن تذبح أضحية مستقلة بنية أن يكون الثواب لأبيك المتوفى وتنوي إشراك والدتك الحية في الثواب، ويصح أن تشركهما في ثواب أضحيتك التي تذبحها عن نفسك، وهو من البر والإحسان بهما [اسلام ويب مركز فتاوى]

خلاصہ:

میت کی طرف سے قربانی کرنے کے بارے میں تین اقوال ہیں:

۱۔ جمہور کا مذہب یہ ہے کہ جائز ہے۔ اور میت کو ثواب پہنچ جائے گا۔ اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔

عَنْ حَنَشٍ قَالَ رَأَيْتُ عَلِيًّا يُضَحِّى بِكَبْشَيْنِ فَقُلْتُ مَا هَذَا فَقَالَ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ –صلى الله عليه وسلم– أَوْصَانِى أَنْ أُضَحِّىَ عَنْهُ فَأَنَا أُضَحِّى عَنْهُ. [سنن ابی داود:2792] (لیکن اس حدیث کی سند ضعیف ہے)

حنش سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ دو مینڈھوں کی قربانی کیا کرتے تھے۔ میں نے ان سے پوچھا یہ کیا ہے؟ تو انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے مجھے وصیت فرمائی تھی کہ میں ان کی طرف سے قربانی کیا کروں۔ چنانچہ میں آپ ﷺ کی طرف سے قربانی کیا کرتا ہوں۔

۲۔ میت کی طرف سے قربانی درست نہیں الا یہ کہ اس نے وصیت کی ہو۔ امام شافعی کا یہی مذہب ہے۔ امام نووی نے کہا ہے کہ: اجازت کے بغیر کسی کی طرف سے قربانی جائز نہیں۔ اور میت کی طرف سے بھی نہیں اگر اس نے وصیت نہیں کی۔

۳۔ میت کی طرف سے قربانی ناپسندیدہ ہے۔ یہ مالکیہ کا مذہب ہے۔ امام مالک نے کہا ہے کہ مجھے یہ بات پسند نہیں کہ میں اپنے فوت شدہ والدین کی طرف سے قربانی کروں۔ انہوں نے یہ بات اس لئے ناپسند کی کیونکہ نبی ﷺ اور سلف صالحین میں سے کسی سے ثابت نہیں کہ انہوں نے میت کی طرف سے قربانی کی ہو۔

اور یہ صحیح ہے کہ آپ ایک مستقل قربانی کریں اس نیت کے ساتھ کہ اس کا ثواب آپ کے فوت شدہ والد کو ہو اور آپ نیت کر سکتے ہیں کہ اس میں اپنی زندہ والدہ کو بھی ثواب میں شریک کر لیں۔ اور یہ بھی درست ہے کہ آپ ان دونوں کو اپنی قربانی کے ثواب میں شامل کر لیں جو آپ نے اپنے لئے کی ہے۔ یہ والدین کے ساتھ حسن سلوک اور احسان ہے۔

درج ذیل علماء اس کے قائل ہیں۔

ابن تیمیہ رحمہ اللہ:

وتجوز الأضحية عن الميت كما يجوز الحج عنه والصدقة عنه ويضحى عنه في البيت ولا يذبح عند القبر أضحية ولا غيرها [مجموع الفتاوى لابن تيمية]

میت کی طرف سے قربانی اسی طرح جائز ہے جس طرح اس کی طرف سے حج اور صدقہ جائز ہے۔ اور اس کی طرف سے قربانی گھر میں کی جائے گی۔ قبرستان یا ایسی کسی جگہ نہیں کی جائے گی۔

شیخ ابن باز رحمہ اللہ:

ما حكم الأضحية؟ وهل تجوز عن الميت؟

الأضحية سنة مؤكدة في قول أكثر العلماء؛ لأنه صلى الله عليه وسلم ضحى،وحث أمته على الأضحية.

والأصل أنها مطلوبة في وقتها من الحي عن نفسه وأهل بيته،وله أن يشرك في ثوابها من شاء من الأحياء والأموات.

أما الأضحية عن الميت،فإن كان أوصى بها في ثلث ماله مثلاً، أو جعلها في وقف له،وجب على القائم على الوقف أو الوصية تنفيذها، وإن لم يكن أوصى بها،ولا جعل لها وقفا،وأحب إنسان أن يضحي عن أبيه أو أمه أو

غيرهما،فهو حسن، ويعتبر هذا من أنواع الصدقة عن الميت، والصدقة عنه مشروعة في قول أهل السنة والجماعة.

وأما الصدقة بثمن الأضحية؛بناء على أنه أفضل من ذبحها، فإن كانت الأضحية منصوصاً عليها في الوقف أو الوصية،لم يجز للوكيل العدول عن ذلك إلى الصدقة بثمنها، أما إن كانت تطوعاً عن غيره،فالأمر في ذلك واسع.وأما الأضحية عن نفس المسلم الحي وعن أهل بيته،فسنة مؤكدة للقادر عليها، وذبحها أفضل من الصدقة بثمنها، وبالله التوفيق[فتاوی ابن باز]

خلاصہ:

اکثر علماء کے نزدیک قربانی سنت موکدہ ہے کیونکہ نبی ﷺ نے قربانی کی اور اپنی امت کو ترغیب دی۔ اور اصل میں یہ زندوں سے مطلوب ہے کہ وہ اپنی طرف سے اور اپنے گھر والوں کی طرف سے قربانی کریں اور اس کے ثواب میں زندوں اور مردوں میں سے جس کو چاہیں شامل کرلیں۔

جہاں تک میت کی طرف سے قربانی کا تعلق ہے اگر میت وصیت کر کے گئی اپنے تہائی مال میں سے یا اس نے مال وقف کیا اور اس میں قربانی کا بھی کہا تو پھر وصیت یا وقف کے ذمہ دار کو یہ حکم نافذ کرنا لازم ہے۔ اگر اس نے وصیت نہیں کی لیکن انسان چاہتا ہے کہ اپنے والد، والدہ یا دوسرے رشتے داروں کی طرف سے قربانی کرے تو یہ اچھا عمل ہے۔ اسے میت کی طرف سے صدقہ کی قبیل سے سمجھا جائے گا اور صدقہ کرنا مشروع ہے۔

جہاں تک اس مسئلہ کا تعلق ہے کہ اس کی طرف سے قربانی کی قیمت کو صدقہ کرنا، یہ سمجھتے ہوئے کہ یہ افضل ہے، اگر میت نے وصیت کی یا مال وقف کر گئی تھی، پھر اس کو تبدیل نہیں کیا جاسکتا پھر ویسے ہی کرنا پڑے گا۔ اگر کسی اور کی طرف سے یہ نفلا کیا جائے، پھر اس میں گنجائش ہے۔ جہاں تک انسان زندہ مسلمان کی طرف سے یا اپنے گھر والوں کی طرف سے قربانی کرتا ہے تو یہ سنت موکدہ ہے۔ جو اس پر قدرت رکھتا ہو۔ اس کا ذبح کرنا اس کی قیمت کو صدقہ کرنے سے افضل ہے۔

جو علماء اس کے قائل نہیں:

شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ:

اصل تو یہی ہے کہ قربانی کرنا زندہ لوگوں کے حق میں مشروع ہے جیسا کہ نبی ﷺ اور ان کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنی اور اپنے اہل وعیال کی جانب سے قربانی کیا کرتے تھے، اور جو لوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ قربانی فوت شدگان کے ساتھ خاص ہے تو اس کی کوئی اصل نہیں۔

فوت شدگان کی جانب سے قربانی کی تین اقسام ہیں:

پہلی قسم:

کہ زندہ کے تابع ہوتے ہوئے ان کی جانب سے قربانی کی جائے مثلا: کوئی شخص اپنی اور اپنے اہل وعیال کی جانب سے قربانی کرے اور اس میں وہ زندہ اور فوت شدگان کی نیت کرلے (تو یہ جائز ہے)۔

اس کی دلیل نبی ﷺ کی قربانی ہے جو انہوں نے اپنی اور اپنے اہل وعیال کی جانب سے تھی اور ان کے اہل وعیال میں کچھ پہلے فوت بھی ہو چکے تھے۔

دوسری قسم:

یہ کہ فوت شدگان کی جانب سے ان کی وصیت پر عمل کرتے ہوئے قربانی کرے (اور یہ واجب ہے لیکن اگر اس سے عاجز ہو تو پھر نہیں) اس کی دلیل اللہ تعالی کا فرمان ہے:

{تو جو کوئی بھی [وصیت] سننے کے بعد تبدیل کرے تو اس کا گناہ ان پر ہے جو اسے تبدیل کرتے ہیں یقینا اللہ تعالی سننے والا جاننے والا ہے}۔

تیسری قسم:

حنابلہ کہتے ہیں کہ اگر زندہ لوگوں سے علیحدہ اور مستقل طور پر فوت شدگان کی جانب سے قربانی کی جائے (وہ اس طرح کہ والد کی جانب سے علیحدہ اور والدہ کی جانب سے علیحدہ اور مستقل قربانی کرے) تو یہ جائز ہے، فقہاء حنابلہ نے اس کو بیان کیا ہے کہ اس کا ثواب میت کو پہنچے گا اور اسے اس سے فائدہ و نفع ہو گا، اس کو انہوں نے صدقہ پر قیاس کیا ہے۔

لیکن ہمارے نزدیک فوت شدگان کے لیے قربانی کی تخصیص سنت طریقہ نہیں ہے، کیونکہ نبی ﷺ نے اپنے فوت شدگان میں سے بالخصوص کسی ایک کی جانب سے بھی کوئی قربانی نہیں کی، نہ تو انہوں نے اپنے چچا حمزہ رضی اللہ عنہ کی جانب سے حالانکہ وہ ان کے سب سے زیادہ عزیز اقرباء میں سے تھے۔

اور اسی طرح نبی ﷺ نے اپنی زندگی میں فوت ہونے والی اپنی اولاد، جن میں تین شادی شدہ بیٹیاں، اور تین چھوٹے بیٹے شامل ہیں، کی جانب سے قربانی کی، اور نہ ہی اپنی سب سے عزیز بیوی خدیجہ رضی اللہ عنہا کی جانب سے کی، حالانکہ وہ آپ ﷺ کو سب سے پیاری تھیں۔

اور اسی طرح نبی ﷺ کے عہد مبارک میں کسی بھی صحابی سے یہ عمل نہیں ملتا کہ انہوں نے اپنے کسی فوت شدہ کی جانب سے قربانی کی ہو۔

اور ہم اسے بھی غلط سمجھتے ہیں جو آج کل بعض لوگ کرتے ہیں کہ پہلے برس فوت شدہ کی جانب سے قربانی کرتے ہیں اور اسے (حفرہ قربانی) کا نام دیتے اور یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ اس کے ثواب میں کسی دوسرے کو شریک ہونا جائز نہیں، یا پھر وہ اپنے فوت شدگان کے لیے نفلی قربانی کرتے ہیں، یا ان کی وصیت پر عمل کرتے ہوئے اور اپنی اور اپنے اہل وعیال کی طرف سے قربانی کرتے ہی نہیں۔

اگر انہیں یہ علم ہو کہ جب کوئی شخص اپنے مال سے اپنی اور اپنے اہل وعیال کی جانب سے قربانی کرتا ہے تو اس میں زندہ اور فوت شدگان سب شامل ہوتے ہیں تو وہ کبھی بھی یہ کام چھوڑ کر اپنے اس کام کو نہ کریں۔ [اسلام سوال جواب]

علامہ البانی رحمہ اللہ:

ما جاء في هذه الاحاديث من تضحيته صلى الله عليه وسلم عمن لم يضح من أمته هو من خصائصه صلى الله عليه وسلم كما ذكره الحافظ في (الفتح) (9 / 514) عن أهل العلم . وعليه فلا يجوز لاحد أن يقتدي به صلى الله عليه وسلم في التضحية عن الامة وبالاحرى أن لا يجوز له القياس عليها غيرها من العبادات كالصلاة والصيام والقراءة ونحوها من الطاعات لعدم ورود ذلك عنه صلى الله عليه وسلم فلا يصلى أحد عن أحد ولا يصوم أحد عن أحد ولا يقرأ أحد عن أحد وأصل ذلك كله قوله تعالى : (وأن ليس للانسان الا ما سعى) . نعم هناك أمور استثنيت من هذا الاصل بنصوص وردت ولا مجال الان لذكرها فلتطلب في المطولات . [ارواء الغليل]

خلاصہ:

احادیث میں جو نبی ﷺ کا اپنی امت کی طرف سے (جو قربانی نہ کر سکتا ہو) قربانی کرنا آرہا ہے تو یہ نبی ﷺ کے خصائص میں سے ہے جیسا کہ ابن حجر نے فتح الباری میں ذکر کیا ہے۔ کسی اور کے لئے جائز نہیں کہ آپ ﷺ کو نمونہ بنا کر امت کی طرف سے قربانی میں آپ کی پیروی کرے۔ یہ اور بھی زیادہ لائق اور مناسب ہے کہ اس پر دیگر عبادات کو قیاس نہ کیا جائے جیسے نماز، روزہ اور قرآت۔ کیونکہ نبی ﷺ سے اس کے بارے میں کوئی فرمان ثابت نہیں ہوا۔ پس کوئی کسی کی طرف سے نماز نہیں پڑھ سکتا اور نہ کسی کی طرف سے روزہ رکھ سکتا ہے اور نہ کسی کی طرف سے قرآت کر سکتا ہے کیونکہ اس کی اصل میں اللہ کا فرمان ہے وأن ليس للانسان الا ما سعى۔ کچھ چیزیں ہیں جو اس سے مستثنی ہیں، ان کو یہاں ذکر کرنے کی گنجائش نہیں۔